© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

خدا کی اس وسیع زمین پر جہاں کہیں بھی جور و جبر اور استعمار و استبداد کی ستائی ہوئی قوم موجود ہے، اس کے لئے قرآن حکیم کے اس ارشاد میں بشارت ہے کہ

نُرِیدُ اَن نَّمُنَّ عَلَی الَّذِینَ اسْتُضْعِفُوا فِی الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِینَ ۝ وَنُمَکِّنَ لَهُمْ فِی الْأَرْضِ (القصص ۲۸ آیت ۵-۶)	ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم ان لوگوں پر احسان فرمائیں جو اس زمین پر کمزور کر دئے گئے ہیں اور ان ہی کو ہم سرداری بخشیں اور ان ہی زمین کا وارث بنائیں اور ملک میں ان ہی کو قدرت و قوت عطا فرمائیں۔

افریقہ کے بر اعظم کے سیاہ فام باشندے قرآن حکیم کی اس بشارت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ صدیوں مویشیوں کی طرح دنیا کی منڈیوں میں فروخت ہوتے رہے۔ اس عرصے میں کونسا دکھ تھا جو انہوں نے نہیں اٹھایا؟ کونسا ظلم تھا جو انہوں نے نہیں سہا؟ کونسی ذلّت تھی جو انہوں نے گوارا نہیں کی؟ لیکن تابکے؟ خدا اب ان پر احسان فرمانا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ وہ زمین پر کمزور کر دئے گئے تھے۔ غلامی سے ان کی رہائی کا وقت آچکا ہے۔ افریقہ جاگ اٹھا ہے۔ ایشیا کی قوموں کی پشت پر ان کا شاندار ماضی ہے یورپ اور امریکہ کے سامنے ان کا پُر عافیت حال ہے اور افریقہ کے لئے تابناک مستقبل ہے۔

افریقہ کی آزادی اسلام کے لئے اُمید کا پیغام اور مسلمانوں کے لئے عزیمت کی دعوت لیکر آئی ہے۔ اب تک افریقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دہری غلامی میں گرفتار تھے۔ جہاں ان کے جسموں پر سفید فام اقوام کی حکومت تھی وہاں ان کی روحوں پر جادو، ٹوٹکے، بھوت پریت، مظاہر پرستی اور دہشت کا تسلط تھا۔ لیکن پچھلی نصف صدی سے وہ صرف جسمانی آزادی کے لیئے ہی نہیں بلکہ روحانی آزادی کے لیئے بھی مضطرب ہیں۔ اُن کی طبع سلیم نے انہیں یہ بات سمجھا دی ہے کہ ان کی روحانی غلامی کا علاج اس رحمۃ للعٰلمین کی تعلیم میں ہے جو یتیموں کا والی تھا اور غلاموں کا مولیٰ اور جس کی شان یہ تھی کہ

يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ — وہ ان کو ان طوقوں اور زنجیروں سے چھڑاتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

الاعراف: آیت ۱۵۶

اسلام اور عربوں کے ساتھ افریقہ کا تعلق کچھ ایسا نیا نہیں ہے۔ اس کا موجودہ جوش اور ولولہ اور اس کی وسعت، گہرائی اور گیرائی البتہ نئے ہیں۔

مصر کی ہیروغلیفی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ دو ہزار سال قبل مسیح سے عربوں کا تعلق افریقہ کے ساحل سے قائم تھا۔ حبشہ تو عربوں کا پڑوسی ہی تھا۔ عرب کے حوصلہ مند جہاز رانوں کے لیئے بحیرہ قلزم کا پُرخطر پاٹ پل کا کام دیتا تھا۔ حبشہ کی قدیم تاریخ اور علم الانسان کے ماہر یہاں کی زبان، نسلی خصوصیات اور قدیم ثقافتی آثار کی مدد سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہاں کی قدیم آبادی بیشتر عرب نو آبادکاروں پر مشتمل تھی۔

جہاں زمانۂ قدیم میں عجم جو عربوں کی موجیں بحیرہ قلزم کے اُس پار نہ صرف حبشہ بلکہ افریقہ کے سارے شمال مشرقی ساحل سے جا ٹکرائی تھیں، اور کچھ وہیں جذب ہو گئی تھیں۔ وہاں ولادتِ نبوی کے قریب کے زمانے میں اُن موجوں کی بازگشت نے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ کا عبرتناک واقعہ تاریخ میں یادگار چھوڑا۔ عام الفیل کی تلخی کو ہجرت حبشہ نے بالکل دور کر دیا اور افریقہ کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب خدا کے رسول ؐ اور ان کے ساتھیوں پر خود ان کے اپنے ہم وطنوں نے زمین تنگ کر دی تو یہی برِاعظم تھا جس نے ان کے ساتھیوں کو پناہ دی اور حقِ میزبانی ادا کیا۔

قدیم عربوں کا افریقہ کے ساتھ یہ قریبی تعلق حبشہ اور اس کے گرد و نواح تک محدود نہ تھا۔ بلکہ خطِ استوا سے نیچے کا تمام ساحلِ افریقہ رھپتا (یعنی موجودہ کلوہ) کی بندرگاہ (۸، ۵ جنوب ۳۹، ۲۸ مشرق) تک جنوبی عرب کے باشندوں کے زیرِ نگیں رہ چکا تھا۔ پہلی صدی عیسوی کے ایک رومی ملاح نے بحیرہ احمر کی جہاز رانی کے لیئے ایک نادرِ روزگار رہنامچ تیار کیا تھا جو PERIPLUS OF THE ERYTHRAEAN (RED) SEA کے نام سے مشہور ہے۔ یہ رہنامچ جنوب مشرقی افریقہ کے ساحل کو جنوبی عرب کے علاقہ قتبان کے ضلع اوسان کے نام منسوب کرتا ہے۔ اس کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ساتویں صدی قبل مسیح سے اوسان کی حکومت تھی۔ بعد میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب اوسان بلکہ پورے قتبان پر قبیلۂ حمیر کا قبضہ ہو گیا تو جنوب مشرقی افریقہ کے ساحل پر حمیر کی ذیلی شاخ معافر کی سیادت قائم ہو گئی۔ سنہ ۶۰ عیسوی کے لگ بھگ جب کہ یہ رہنامچ تصنیف ہوا ہے، اس افریقی ساحل پر عرب کی مشہور اور تاریخی بندرگاہ مخا کے رہنے والے حکمران تھے۔ پہلی صدی عیسوی کے اس مصنف کے قول کے مطابق تمام افریقی ساحل پر عربوں کے جہازوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی۔ عرب افریقہ کے دور دراز کے علاقوں تک پھیلے ہوئے تھے اور افریقی باشندوں سے ان کے دوستانہ روابط اور مناکحت کے رشتے قائم تھے۔

ظہور اسلام کے بعد حضرت عمرو بن العاص رض کی فتح مصر نے افریقی عرب تعلقات کی سمت بالکل بدل دی۔ اسے جنوب سے ہٹا کر شمال کی طرف پھیر دیا۔ پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں مصر سے لیکر مراکش تک سارا شمالی افریقہ دارالاسلام بن گیا۔ شمالی افریقہ کی تسخیر کی تکمیل کے بعد مسلمانوں کے لئے دو راستے کھلے تھے۔ جنوب میں افریقہ کا عظیم صحرا تھا جس کے اُس پار افریقہ کا پورا براعظم پھیلا ہوا تھا۔ شمال میں سمندر تھا جسے عبور کرنے کے بعد یورپ کی سرزمین تھی۔ عرب کے حوصلہ مند فاتحوں نے صحرا کی جگہ سمندر کو عبور کرنے کا عزم کیا۔ یہ تاریخ کا ایک اہم ترین فیصلہ تھا۔ اگر عرب "ناقہ سواروں" نے صحرا کا رخ کیا ہوتا تو آج سے صدیوں قبل افریقہ کا براعظم تاریکی کے گہن سے نکل چکا ہوتا۔

عرب فتوحات کے سیل نے اپنی سمت ضرور بدل لی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اسلام کی روشنی "تاریک" براعظم میں صحرا کے اُس پار بھی پہنچتی رہی، مگر دشوار گزار رکاوٹوں کے بادلوں میں سے چھن چھن کر۔ صدرِ اسلام کی خانہ جنگیاں ماورائے صحرا افریقہ کے لئے "خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد" کا مصداق ثابت ہوتی رہیں۔ خانہ جنگی اور سیاسی انتشار کے زمانے کے شکست خوردہ گروہوں نے افریقہ کے دور افتادہ علاقوں میں پناہ لی۔ ہجرت حبشہ کی سنت ان کے سامنے تھی۔ زنجبار کے شیرازی، جن کا ذکر پچھلے دنوں اخباروں میں آتا رہا ہے، ان ہی مہاجروں کی اولاد ہیں۔

ان مہاجروں کے علاوہ مسلمان تاجروں، ملاحوں اور سیاحوں کے ذریعہ افریقہ اسلام سے متعارف ہوتا رہا۔ ان سیاحوں میں سب سے عظیم شمالی افریقہ کے شہر طنجہ کا رہنے والا ابن بطوطہ تھا۔ اس کی افریقی سیاحت کے مفصل اور دلچسپ کوائف افریقہ کی تاریخ کی اہم ترین دستاویز ہیں۔ مسلمان ملاح افریقہ کے مشرقی ساحل سے بخوبی واقف تھے۔ ڈیاز اور واسکوڈی گاما [illegible] چکر لگا چکے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہ ایں ہمہ ماورائے صحرا افریقہ کی سرزمین صدیوں اسلام کے لئے پیاسی ہی رہی۔ اشاعتِ اسلام سیاسی پناہ گزینوں، تاجروں، ملاحوں کے بس کی بات نہ تھی۔ ماورائے صحرا کے پُرخطر اور مہیب جنگلوں میں یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا منظر اس وقت سے شروع ہوا، جب سے ان دشوار گزار علاقوں میں صوفیائے کرام کے مبارک قدم پہنچے۔ اسلام کی پوری تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جس جگہ سب سے زیادہ خطرہ تھا، جہاں بالکل ہی خلا تھا، وہیں یا اللہ کے درویش پہنچے ہیں۔ اور یہی کچھ اس برِاعظم میں ہوا۔ ماورائے صحرا افریقہ میں اسلام کی تاریخ درحقیقت تصوف کی تاریخ سے عبارت ہے۔

صوفیائے کرام کو اپنی مشکل مہموں کو سر کرنے کے لئے مختلف مصلحتوں اور مصالحتوں سے کام لینا پڑا ہے۔ ان بیاباں نورد، جہانیاں جہاں گشت، سخت کوش قلندروں کے مسائل کا صحیح اندازہ ہم جیسے "مرغانِ بامِ حرم" نہیں لگا سکتے۔ لیکن خدا اپنے دین کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہے۔ دور افتادہ علاقوں میں اسلام کی ابتدائی اشاعت، اور اسلام کے سر سے پُرخطر ساعتوں کے گزر جانے کے بعد ان ہی صوفیا میں سے احمد سرہندیؒ جیسے اصحاب نے اپنے اسلاف کے وقتی مصالح کی پیدا کردہ خامیوں کی اصلاح کی کوشش کی۔ یوں خذ ما صفا ودع ما کدر کا جدلیاتی عمل تصوف کی تاریخ میں کارفرما ہوتا رہا۔ جس کی ایک جھلک ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے پُرمغز مقالہ میں موجود ہے جو اس شمارہ کی زینت ہے۔ افریقہ میں تصوف کی تاریخ کا یہی رُخ اس مضمون میں ملاحظہ فرمائیے جو جناب خالد مسعود کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔

آج افریقہ میں اسلام پھر ایک آزمائشی دور سے گزر رہا ہے۔ اسلام کے سب سے بڑے حریف عیسائیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مغربی استعمار تھا۔ افریقہ کے ہوشمند حریت پسند اس امر سے واقف تھے کہ مسیحی کلیسا مغربی استعمار کا سب سے زیادہ کامیاب حربہ ہے۔ اس لئے وہ مسیحی مشنریوں کی کوششوں کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھتے تھے لیکن اب مغرب اپنے استعمار کی ظاہری علامتوں کو ختم کرنے پر مجبور ہے۔ چنانچہ مسیحی کلیسا کی طرف سے جو جھجک افریقی باشندوں میں پائی جاتی تھی، وہ تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔ دوسری طرف مغربی استعمار نے افریقہ میں اپنی حقیقی قوت در پردہ برقرار رکھنے کے لئے مسیحی مشن کی کوششوں کو تیز سے تیز تر کر دیا ہے۔ ان حالات میں افریقی اسلام بار بار پکار رہا ہے مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ۔ تو ہے کوئی جو جواب دے ۔ ؟

© rasailojaraid.com